سالانہ قیمت ہے (تین روپیہ آٹھ آنہ)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

نور افشاں

پروفیسر محمد اسمٰعیل صاحب ایم اے
پادری غلام مسیح صاحب
مینو منزل ۔ وارث روڈ لاہور
پادری ڈبلیو ۔ جے کلارک صاحب
ایم ۔ اے (ایمپرس روڈ ۔ لاہور) منیجر

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر
بنام مینیجر صاحب ہونا چاہئے
اور مضامین و اشتہارات
برائے اندراج بنام ایڈیٹرز
ارسال فرما کر ممنون فرمائیں ؂

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آکے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

جلد ۵۲ | ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے ۔ ۱۱ ۔ اپریل ۱۹۲۴ء | نمبر ۱۵

قصیدہ

بطرح عرفی شیرازی

(از قلم ڈاکٹر حشمت اللہ حشمت لودھیانوی)

گل نہم رفت ز گریباں مے ز درد عار گل   سینۂ خود صورت بلبل کند افگار گل
گر نسیم لطف او بر صفحۂ گلشن وزد   تازہ ماند تا ابد در کشور گلزار گل
گر برد باد صبا از خاک پایش در چمن   سازدش از شوق کحل دیدۂ خونبار گل
رو نیابد در ریاض حسن او چوں خار چین   ریش دارد بر جگر سر دم بنوک خار گل
حسن سبزش گر ببیند عندلیب مضطرب   از فور شوق سازد بر سرش ایثار گل
مے کند چوں وصف لعلش مرغ شبخوان چمن   گریۂ خوں مے کند زاں تشین رخسار گل
داغ دارد لالہ ہم از سوزش درد جگر   سینۂ خود مے درد چوں مرغ آتش خوار گل
قطرۂ شبنم مداں بر جامۂ رنگین او   اشکباری مے کند با دیدۂ نمدار گل
گر نماید جلوۂ حسن خود آں زہرہ جبیں   بر فشاند زہرہ از رقص و ہوائے تار گل
اشک نیساں محشود دُر ثمین اندر صدف   مے شود خاشاک صحنش بر در و دیوار گل
گشتہ نازش شد عالم جاں سلامت کے برد   خار بندی مے کند گو ہر زماں انکار گل
نغمہ سنج وصف او شد خوش نوایان چمن   پیرہن بر تن مے درد در کوچہ و بازار گل
عشوہ سازی چوں کند خوش نشینان چمن   خوں بریزد و نیر مژگاں از بن شخسار گل
نو بہار حسن او چوں گلفشانی مے کند   بلبل خوش گو بریزد از پر منقار گل
مے کشد جاناں مصور نقش گلہا در چمن   بر دمد از نقش پائے تو دم رفتار گل
عکس خود چوں آئینہ از دی تو بیند قمر   رشک خندی مے کند بر آئینہ دیوار گل
از فراقت زخم سوزاں در جگر دارم چناں   مے دہد مرہم بہا ہیں بلبل غمخوار گل
از دل سوزاں فغانم گر رود در بوستاں   اعتدالے چوں نماند بس شود بیمار گل
در دلم چوں شعلۂ نار غم عشقت فروخت   مے تپد سوز تپاں از آں کند اظہار گل
از فراقت نالہ ام گوئے گوکے سرو من   مے کند بر حال زارم گریہ قمری وار گل
بے تو کے ساقی خدنگ اندر شد فصل بہار   ابر گریاں محشود از جاں شود بیزار گل
بسکہ سامان دل و جان ابتغا دادہ ام   مے کند پر جیب و دامن از زر بسیار گل

شکوۂ محبوب حشمت شیوۂ عشاق نیست
دم مزن تنہ خندہ زن از ہم چنیں گفتار گل

سوز الفت دیدہ ام از سوز عشقت اے مسیح   مے زند آتش بخود چوں مرغ موسیقار گل

واعظ کی بیوی

خداوند یسوع مسیح کے طرز معشرت اور اس کے ساتھیوں کی حالت اور مسیحی مذہب کے ایک زبردست رکن حضرت پولوس کی زندگی کی کیفیت سے تو یہ بات بخوبی ظاہر اور عیاں ہے کہ اگلے مسیحی واعظوں کو تو اس صفت کی چنداں ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی اور نہ ہم کو انجیل کے پڑھنے سے کوئی حکم ہمارے خداوند کا واضح طور سے اس کے بارے میں ہم کو ملتا ہے ۔ مگر ہاں پولوس رسول روح القدس سے معمور ہو کر دور اندیشی اور پیش بینی کی راہ سے آجکل کے واعظوں کا خیال کر کے اپنے روحانی فرزند تمطاؤس کو یوں ارقام فرماتا ہے کہ خادم الدین ایک

ایک بیوی کے شوہر ہوں۔

پس اس لئے ہم بھی رسول کے ہم زباں ہو کر کہتے ہیں کہ اچھا ہے گناہ سے بچنے اور آزمایش میں نہ پڑجانے کی غرض سے ہر ایک واعظ کے گھر میں ایک بیوی بھی ہو تو کچھ ہرج نہیں ہے۔ ورنہ دل تو یہی چاہتا ہے کہ جیسا میں ہوں ایسے ہی سب واعظ ہوں تاکہ اپنا تمام وقت اور سب کچھ خداوند کے ہی جلال میں صرف ہو۔ پر سب کے لئے یہ مشکل اور بہت مشکل ہے۔ اچھا اب سوال یہ ہے کہ واعظ کی بیوی اگر ہو تو کیسی ہو۔ سنئے اور بہ توجہ سنئے۔

واعظ کی بیوی میں ان تمام اوصاف کے علاوہ جو ساری دنیا کی نیک اور وفادار عورتوں میں ہوتے ہیں مفصل ذیل وصف اور مزید ہونا ضرور اور واجب ہیں۔ یعنے واعظ کی بیوی کلام الٰہی پڑھنے اور سنانے کی شوقین ہو۔ چھچھوری اور لسترسی نہ ہو بلکہ بھاری بھرکم سنجیدہ اور بُردبار ہو۔ منتظم اور کفایت شعار ہو۔ مہمان نواز صلح پسند اور دیندار ہو۔ لڑنے والی نہیں بلکہ صابر اور پرہیزگار ہو۔ اپنے شوہر کی عاشق زار اور فرمانبردار ہو۔ صاحب سلیقہ اور تمیزدار ہو۔ رحمدل بعفت مآب باعصمت اور سچی دیندار ہو۔ مرنے اور منادی کرنے کو ہر وقت اور ہر جگہ تیار ہو۔ رفیق القلب اور نیار دار ہو۔ روح سے معمور اور خداوند کے فضل سے بھرپور ہو۔ اڑوس پڑوس کی عورتوں کو اپنی پیاری اور میٹھی باتوں ہی سے اپنا مرید اور شیفتہ کرلے ایسی ملنسار ہو۔ عمدہ اور لذیذ کھانے پکانے کے علاوہ ہاتھوں کے ہنر یعنے موزہ۔ گلوبند۔ دستانہ اور سینا پرونا بھی خوب جانتی ہو۔ لکھنے پڑھنے میں ماہر اور گانے بجانے میں بھی برق ہو اور دوا دارو سے بھی کچھ واقفیت رکھتی ہو۔ کاہل اور سست نہ ہو اپنے گھر کی دیکھ بھال اور اپنے بچوں کی سنبھال اور خدا کے جلال کے خیال میں ہر وقت محو اور مبتلا ہے زیورات اور دنیوی آن بان اور نشان کی شوقین اور شیفتہ نہ ہو۔ ہاں اگر بننے اور سنورنے کو دل چاہے تو اپنی آراستگی اور آرایش اس ہدایت اور نصیحت کے موافق کرے۔

واعظ کی بیوی کو چاہئے کہ پاکیزگی کی سفید پوشاک کو روح القدس کے خالص عطر میں بسا کر زیب تن کرے اور محبت کے کنگن اور سچائی کے سنہرے کڑے ہاتھوں میں پہنے۔ دعا کی ہیکل اور صبر کا طوق اُس کے گلے میں ہو اور راستبازی کا جھومر ماتھے پر ہو۔ ہمدردی کے بندے کانوں میں ہوں۔ رحم کی انگوٹھیاں اور چھلے انگلیوں میں ہوں۔ صداقت کے جوشن بازو بند ہوں۔ دیانت کی نتھ ناک میں ہو اور سرگرمی اور مستعدی کی جوتیاں پہنکر ایمان کی بلیٹ سے کرکسے اور سلامتی کی چادر اس کے سر پر ہو اور رمی وحدت کے نت میں چور اور روح پاک سے معمور ہو۔ ہاتھ میں خدا کا کلام ہو اور لب پر خداوند یسوع مسیح کا نام ہو۔ اور صبر کا شعر اس کی وردِ زباں ہو۔ اس میں ایں ہو اور نہ آں ہو

مسکنِ روحِ مقدس مرا سینہ ہو جائے
نام عیسیٰ دلِ خاتم کا نگینہ ہو جائے

راقم پادری۔ پی گارڈنر صبر انبلپور ضلع کانپور

ستی کا ایک نہایت افسوسناک حادثہ

کھاگرہ ۲۰ مارچ۔ آج یہاں ایک ستی کا ایک حادثہ ہوا۔ ایک برہمن عرصہ دراز سے مرض دق میں مبتلا تھا آج صبح اُس کی حالت زیادہ ردی ہوگئی۔ ڈاکٹر نے کہا کہ یہ تین ساعت سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ مریض کی بیوی نے جو اٹھارہ سال کی ہے اس نے سُن پایا وہ ایک کمرہ میں گئی اور اپنے کپڑوں پر مٹی کا تیل ڈالکر آگ لگاکر جل گئی۔ دو بجے میاں بیوی نے آخری سانس لیا سب سے زیادہ افسوسناک امر یہ ہو کہ عورت حاملہ تھی (ریاست)

ریورنڈ آر۔ ڈبلیو گِنگس چکارپولا



ریورنڈ آر۔ ڈبلیو گِنگس جو چکارپولا والے صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ ایک بے ریا۔ نیک نہاد اور فرشتہ خصال انسان ہے۔ اس کے بشرے سے صداقت اور راستبازی مترشح ہوتی ہے۔ اس کے دائیں ہاتھ میں حُسنِ اخلاق محبت اور تسخیر قلوب کا کوئی نامعلوم نسخہ ہے۔ اس کے بائیں ہاتھ میں علم دانش اور نقولی۔ اس کے قدموں پر حکمت و تدبیر نچھاور ہے۔ وہ نیکی کا مجسمہ اور خود انکاری کا مرقع ہے وہ جس راہ سے گذرتا ہے حق شناس آنکھیں بچھاتے ہیں۔ جدھر جاتا ہے اہل دل اپنے قلوب فرشِ راہ کرتے ہیں۔ جس طرف کا قصد کرتا ہے نصرت و کامرانی پاؤں چومتی ہے۔ وہ بولتا ہے اور گُلِ حکمت کھلتے ہیں۔ وہ بولتا ہے اور دل کی نکلی ہوئی باتیں دلوں میں جا اُترتی ہیں۔ وہ بولتا ہے اور معانی کے دفاتر کھولتا اور اجنبی زبان میں فصاحت کے دریا بہا دیتا ہے۔

(صفحہ ۱۱ ملاحظہ فرمایئے)



نور افشان

مطبوعہ - ۱۱ - اپریل ۱۹۲۴ء

لاہور میں مسیحی لیکچرس ختم ہو چکے

مسیحی لیکچرس بفضل خدا از ابتدائے ۱۳ مارچ لغایت ۶ اپریل نہایت امن و سلامتی کے ساتھ ختم ہو چکے جن مضامین پر لیکچر دیئے گئے وہ مضامین حسب ذیل ہیں:- بائبل کلام اللہ - بائبل کی اصلیت و اعتبار - الوہیت مسیح و تجسم خدا - ینابیع المسیحیت - نجات (یا مسیحی نجات) دین حق - حضرت آدم کے گناہ اور سزا کی بابت مختصر سا استفسار -

پنجاب کے ہندو مسلم مسیحی اخبارات میں کم از کم ایک ماہ پیشتر ان لیکچروں کے مضامین شائع ہو چکے تھے پبلک کو اشتہارات کے ذریعہ سے اطلاع ہو چکی تھی - لاہور کی بیماری کے اثر کے باوجود ہر ایک لیکچر کے وقت حاضرین و سامعین کی معقول تعداد جمع ہوتی رہی - تو بھی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلم صاحبان کی نسبت ہندو صاحبان کی حاضری بہت کم دیکھی گئی - مسلم و مسیحی بھائیوں نے ان لیکچروں میں اپنی دلچسپی کا خصوصیت سے اظہار کیا - مضامین مذکورہ بالا میں بائبل کلام اللہ ہے - مسیحی نجات - حضرت آدم کا گناہ اور اس کی سزا حضرت مولنا مولوی ایس - ایم پال صاحب کے مضامین تھے اور الوہیت مسیح و تجسم خدا اور دین حق جناب پادری عبد الحق صاحب کے مضامین تھے - نجات کے مضمون کے سوا باقی مضامین پر ایک ایک گھنٹہ لیکچر اور ایک ایک گھنٹہ مباحثہ ہوا - نجات کے مضمون پر سوا گھنٹہ لیکچر اور سوا گھنٹہ مباحثہ ہونے کے سوا اگلے روز دو گھنٹے سے زیادہ پھر مباحثہ ہوتا رہا - مخالفین مسیحیت نے اپنے قابل سے قابل اصحاب مباحثہ کے اکھاڑے میں اتارے - مگر ہمیں بغیر کسی قسم کے مبالغہ و تعصب سے کہنا پڑتا ہے کہ میدان مسیحیوں کے ہاتھ رہا جس کے لئے ہمیں خدا کا شکر کرنا لازم آتا ہے

حضرت مولنا مولوی پادری ایس - ایم - پال صاحب اتوار کی شام کے پانچ بجے مسیحیوں کی متحدہ عبادت میں پرچا ۶ پر جو وعظ فرمایا اس نے لاہوری مسیحیوں کے دلوں میں مسیحی زندگی کی اور اس کی قوت و کثرت کی - اس کے اتحاد و اتفاق کی وہ کیفیت دکھائی جس نے حاضرین و سامعین میں عجیب و غریب لطف و ملائمت پیدا کر دی مسیحیت کی بشارت کے فرض کو ایسا نمایاں کر کے دکھا دیا کہ حاضرین اس فرض کی ادائگی کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھتے تھے۔

مسیحی لیکچروں کی بابت جو کچھ اختصاراً عرض کی گئی ہے وہ تو بطور خبر عرض کی گئی ہے - جو اثر ہمارے معزز و محترم خطیب پبلک پر چھوڑ گئے ہیں اُسے یا تو خدا جانتا یا خود سامعین جانتے ہونگے - ہم اس کا ذکر نہیں کر سکتے مگر ہاں ہم آنے والے نمبروں میں انشاء اللہ ان مضامین کی بابت کچھ عرض کرتے رہینگے - جن پر لیکچر دیئے گئے ہیں - ہمارے دل سے یہی دعا رہیگی کہ خدا اپنے خادموں کو تمام ہندوستان میں ایسی ہی قدرت و حکمت کے ساتھ استعمال کرے جیسی قدرت کیساتھ پادری ایس ایم پال صاحب اور پادری عبد الحق صاحب کو لاہور میں استعمال فرمایا ہے اور یہی دعا ہے کہ خدا اپنے کلام کے بیج کو جو لاہور میں بویا جا چکا ہے اپنے بندوں کے دلوں میں محفوظ رکھے۔

ہم اس نمبر میں علامہ حشمت اللہ صاحب کے فلسفہ اذہان کو اوراق نور افشاں میں شروع کرتے ہیں - آپ کا نام نامی و اسم گرامی کسی سے تعارف کرانے کا محتاج نہیں - بلکہ میدان تحریر میں آپ ایک مسلمہ اہل قلم ... ہیں - ناظرین کرام اگر آپ کے فلسفہ کو بغور مطالعہ فرماتے رہینگے تو یقیناً فیض کثیر حاصل کرینگے - ہم اس بات کی توقع رکھتے ہیں کہ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اپنی تازہ تصنیف کو بہت جلد کتابی لباس پہنائینگے - قدردان اصحاب کو چاہیے کہ وہ فلسفہ اذہان کو کتابی لباس پہنانے کے لئے ہر طرح سے ڈاکٹر حشمت اللہ کی امداد فرمائیں۔

ہمارے مولنا مولوی نصیر الدین صاحب نصیر بھی بفضل خدا پھر میدان تحریر میں نکلے ہیں پھر مفتی محمد صادق صاحب احمدی کی خلاف بیانیوں کی اصلاح کے لئے نکلے ہیں - اس میں شبہ نہیں کہ جناب خواجہ صاحب کی محبت ہی آپ کو میدان تحریر میں کھینچ لائی ہے - پر ہم یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ آپ کو مسیحیت کی محبت کی غیرت نے میدان تحریر میں نکالا ہے - ہاں مفتی صاحب کی تعلیوں نے آپ کو مجبور کیا ہے کہ آپ مفتی صاحب کو مسیحی اخلاق کے معنے سمجھائیں - لہذا اس نمبر میں ہم مولانا مولوی نصیر الدین صاحب کو مسیحی اخلاق کی تفسیر میں ابتدا کرتے ملاحظہ فرمائینگے - ہم مفتی صاحب کو اطلاع دیتے ہیں کہ اب سنبھل جایئے ورنہ پھر نہ کہنا کہ خبر نہ دی تھی۔

اسی نمبر میں ہم اہلحدیث کے جلسہ کی مختصر کیفیت اس لئے درج کرتے ہیں کہ آنیوالے نمبر میں پادری عبد الحق صاحب مسیحی مناظر کی اس خدمت کا ذکر کریں - جو آپ نے اس عظیم الشان جلسہ میں انجام دی تھی۔

اس کے سوا اسی نمبر میں چوہدری صاحب کا ایک نیا اور اچھوت مضمون محنت و استقلال پر ہدیہ ناظرین ہے - نہایت مفید مضمون ہے جو آنے والے کئی نمبروں میں ختم ہوگا - آسان اور سادہ زبان میں

قیمتی اور گہرے خیالات کا اظہار ہے۔

فلسفۃ الاذہان

نمبر اول

(از قلم ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب)

تمہید۔ فلسفہ کی عام تعریف یہ ہے کہ وہ فراست اور دانش کی محبت یا تلاش ہے۔ اشیاء کی اُن نسبتوں پر غور کرنا ہے۔ جو قدرت نے اُن میں بالمقابل رکھی ہیں۔ اُن رموز کا اظہار یا انکشاف جو مخفی ہیں۔ وہ باتیں جو اپنے اندر ایک صداقت رکھتی ہیں۔ وہ امور جو انسانی اور دیگر کائنات کی بہبود۔ آرام اور آسایش کا اعلیٰ رنگ میں منبع یا موجب ہیں۔

اس قسم کی اور بھی تعریفیں ہیں۔ لیکن ہم یہاں پر یہ بحث نہیں کرینگے کہ ان تعاریف میں سے کون سی تعریف جامع مانع اور مستند ہو۔ بلکہ اس امر کو پیش کرنا چاہتے ہیں کہ یہ تمام تعاریف کہاں تک وسعت رکھتی ہیں۔ اور ان کی صداقت کن کن دلائل اور واقعات کے ماتحت ہے۔ ہمارے خیال میں فلسفہ ہم سے جدا نہیں ہے اور نہ ہم فلسفہ سے جدا ہیں۔ ہمارے ارد گرد جو کچھ پایا جاتا ہے۔ خواہ اندرونی سلسلہ سے منضبط ہو اور خواہ بیرونی سے وہ سب فلسفہ ہے۔ جیسے ایک سیارہ اور ستارہ فلسفہ ہو۔ ایسے ہی ایک ذرّہ اور ایک غرف بھی فلسفہ ہے۔ انسان بھی ایک فلسفی حیثیت رکھتا ہے اور حیوانات۔ نباتات۔ جمادات۔ علویات اور کیفیات بھی جس ماحول میں رہتے ہیں اور ہم خود بھی جس کا ایک جزو ہیں وہ سب فلسفہ ہی فلسفہ ہے۔ اگر ہماری اُنگلی ایک فلسفہ ہے تو اُنگلی کی ایک پور اور ناخن بھی فلسفہ ہے۔ اگر ہمارا جسم فلسفہ ہے تو ہمارا اندرونہ بھی ایک فلسفہ ہے۔ ہمیں قدرت کی طرف جتنی قوتیں دی گئی ہیں وہ اگر ایک طرف مدرک فلسفیات ہیں تو دوسری طرف خود بھی ایک فلسفہ ہیں۔ زمین و آسمان اور جو کچھ اُن دونوں کے اندر بھرا ہوا اور رکھا وہ سب فلسفہ ہی فلسفہ ہے۔

ہم پیدا ہونے کے ساتھ فلسفہ آشنا ہوتے ہیں ایک دن کا بچہ بھی فلسفیانہ رنگ میں اپنے حدود کے اندر باتیں اور اشارے کرتا ہو۔ اگر ایک سائنسدان فلسفی ہے تو اس کے مقابلہ میں ایک موٹی عقل کا بڑھئی۔ باورچی۔ درزی اور حجام بھی فلسفی ہے۔ بایں وجہ فلسفہ کی دو قسمیں ہیں:۔

(الف) فلسفہ ناطق

(ب) فلسفہ صامت

انسان فلسفۂ ناطق ہو اور دوسری اشیاء فلسفۂ صامت ہیں۔ ایک پھول۔ ایک ستارہ اور سیارہ۔ ایک گاؤں ایک کنکر۔ ایک پتھر اور ایک لکڑی بجائی خود فلسفہ کا خزینہ ہیں۔ لیکن صامت محض ہیں۔ وہ اپنی زبانِ حال سے اپنے فلسفہ کا اعلان کرتے ہیں۔ زبان قال سے اعلان نہیں کر سکتے۔ برعکس اس کے انسان بوجہ دولتِ نطق اُس فلسفہ کا اعلان کرتا ہے جو قدرت نے اُس کی ذاتِ ظاہری اور باطنی میں ودیعت کر رکھا ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ یہ کہ وہ دوسری موجودات کی فلسفیوں پر بھی روشنی ڈالتا ہے اور انہیں بھی دائرہ نطق میں لاکر دکھاتا ہے۔

انسان کے سوا ہی کوئی دوسری ہستی یہ طاقت نہیں رکھتی۔ انسان برق سے کام لیتا ہے اور جو کچھ اُس میں قدرت نے رکھا ہے اس کا اظہار بھی کرتا ہے۔ لیکن برق کو یہ طاقت نہیں۔ ریڈیم باوجود اس کے کہ وہ اپنی طاقت اور نُدرت کی وجہ سے ایک خصوصیت رکھتی ہے۔ مگر اُس میں یہ طاقت نہیں کہ حضرت انسان کے اندرونی اور بیرونی کیفیات کا انکشاف اور اظہار کر سکے۔ اگر انسان اپنی قوتوں کے زور سے ریڈیم کی طاقتیں۔ نُدرتیں اور خوبیاں ظاہر نہ کرتا تو وہ پردہ اخفا ہی میں رہتیں۔ سائنس شروع ہی سے دنیا میں مختلف رنگ میں موجود اور ساری تھا۔ مگر رفتہ رفتہ اُن کا انکشاف اور اظہار کس نے کیا؟ حضرت انسان نے۔ کون اُس کا مرتب اور جامع ہوا؟ وہی ہستی جس کو انسان کہتے ہیں۔

ایک پتہ اور ایک تنکا بھی مختلف خوبیاں اور نکات رکھتا ہے۔ ایک کنکر اور ایک ذرہ میں بھی فلسفہ بھرا ہوا ہے۔ مگر اُن میں یہ طاقت نہیں کہ اُس کا اظہار بھی کر سکیں۔ یہ انسان ہی کو طاقت بخشی گئی ہے کہ وہ ان کے نکات اور عجوبات پر رفتہ رفتہ علمی پہلو سے روشنی ڈالے۔ انسان کے شرف و فضل کی یہی ایک دلیل ہے کہ وہ نہ صرف اپنا ہی شارح ہو بلکہ دوسری موجودات کا بھی۔ برق کی طاقتوں اور خصوصیات کا انسان مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مگر باوجود اس کے بھی برق انسان کی نسبت ایک حرف تک بول نہیں سکتی۔ انسان اس حالت میں بھی برق سے کام لے رہا ہے۔ دوسری موجودات کو دماغ۔ ذہن اور ارادہ عطا نہیں ہوا۔ لیکن انسان یہ چیزیں طبعًا رکھتا ہو۔

پس جب کائنات اور اُس کی ہستی اور حقیقت پر غور کیا جائے۔ اور ہر اُسلوب پسندیدہ اُس کے راز سربستہ کے انکشاف اور ادراک کی سعی کی جائے۔ تو اس امر کا قطعی یقین ہو جاتا ہے کہ ہماری قوتِ متخیلہ کا میلان اور رجحان واقعاتِ کلیہ طبعی مطلقہ اور امورِ عامہ کی جانب قدرتًا ہے۔ بعض اوقات دورانِ غور و خوض میں صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ میلان لازمی اور غیر منفک ہے۔ کلیات کے ضمن میں جزئیات تک بھی ذہن منتقل ہو جاتا ہے اور معلوماتِ جزئیہ بھی انتقالِ ذہنی کا نتیجہ ہوا کرتے ہیں انسانی طبائع ایسے امورِ ذہنیہ کے ادراک سے تشکیف



ہوا کرتے ہیں جن میں واقعاتِ تصوریہ غیر متغیر قوانین کے مطابق بطریقِ مطلق ایک اجتماعی حیثیت قبول کرتے ہیں۔ مادی دنیا یا خارج میں اشیائی مختلفہ اور انواعِ متضادہ بکثرت پائی جاتی ہیں۔ ان کے مختلف حالات اور کیفیات کے ظاہر کرنے کے لئے بہت سے اصطلاحی نام ہیں۔ مثلاً مادہ۔ سبب۔ تاثر۔ حالت فاعل و انفعالی لزدم وغیرہ وغیرہ۔

محنت اور استقلال

چند سبق آموز نظائر

(افادۂ چوہدری غلام حید رصاحب)

مشاہیرِ عالم کے سوانحِ حیات اس بات پر شاہد عادل ہیں کہ اس فانی زندگی میں بڑے بڑے اہم امور صرف سہل ترین ذرائع اور معمولی قابلیت ہی سے انجام پذیر ہوئے ہیں۔ روزانہ ضروریات۔ فکر و فرائض کے فلسفہ پر اگر ہم تدبر و تفکر کریں تو بڑے بڑے تجربات حاصل کر سکتے ہیں۔ انسانی دماغ کاوشوں اور ترقیات کو اگر ہم ایک "راہ" تصور کریں تو ماننا پڑیگا کہ یہ "راہ" چند دیرینہ نیکیوں کی قدیم سڑک کی شرمندۂ احسان ہے۔ وہ نیکیاں کیا ہیں؟

(۱) محنت (۲) سچائی (۳) استقلال (۴) دیانت۔

لوگ "قسمت" کو اندھا کہکر مفت میں بدنام کرتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ "قسمت" اتنی اندھی نہیں ہے جس قدر کہ انسان اندھے ہیں۔ اگر مدمغ انسان کی زندگی کے عمل پر غور کیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح منور اور درخشاں نظر آتی ہے کہ "قسمت" محنت کی لونڈی ہے۔ باد و امواج ایک اچھے امیر البحر کی معاون۔ مددگار۔ اور بہی خواہ ہوتی ہیں۔ حقیقی کوشش اور کامیابی میں چولی اور دامن کا رشتہ ہے جو اشیا کامیابی کے لئے لازم و ملزوم ہیں وہ کوئی عجیب و غریب یا محیر العقول نہیں ہیں انہیں ہم صرف دو الفاظ میں ادا کر سکتے ہیں۔ یعنی:۔

(۱) عام عقل (۲) مستقل محنت۔

ذہانت اس کے لئے ضروریات سے نہیں ہو۔ اعلیٰ درجہ کے ذہین اگر محنتی نہ ہوتے تو بامِ عروج پر ہرگز نہ پہنچ سکتے۔ کثرت سے عقلا کا اس بات پر اتفاق ہو کہ ذہانت اور عام عقل میں کچھ بھی تفاوت نہیں۔ مسٹر جان فاسٹر مصنف "ڈسیزن آف کریکٹر" (قوت فیصلہ) لکھتے ہیں۔ "ذہانت صرف فطرتی نور کو منور اور روشن رکھنے کا نام ہے"

بفن صاحب کی رائے ہیں:۔ "ذہانت اور استقلال کوئی دو جدا گانہ چیزیں نہیں ہیں"

تمام علما فرنگ اس بات پر متفق ہیں کہ نیوٹن ذہانت میں اپنے وقت میں یکتا یٔ روزگار اور لاثانی انسان تھا۔ مگر جب لوگوں نے ایک بار اس سے سوال کیا کہ "اس قدر نئی نئی اختراع آپ نے کیونکر کیں" تو اس نے یہی جواب دیا کہ "چونکہ میں برابر غور و خوض کرتا رہا"

پھر جب لوگوں نے اُس سے دریافت کیا کہ آپ مطالعہ کس طرح کرتے ہیں۔ تو اُس نے جواب میں کہا کہ جب مجھے کسی مضمون کو سمجھنا اور اسکی تہ تک پہنچنا ہوتا ہے۔ تو میں اس مضمون کو دل کی آنکھوں کے سامنے رکھتا ہوں اور نہایت استقلال سے اس بات کا منتظر رہتا ہوں کہ نورِ حق جلوہ فگن ہو۔ چنانچہ جلدی ہی کالی گھٹا دور ہو کر مطلع صاف ہو جاتا ہو اور تمام مطالب ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ یہ کچھ نیوٹن ہی پر منحصر نہیں۔ ابتدائی آفرینش سے لیکر آجتک جتنے بھی کاملین ہو گذرے ہیں سبھی محنتی تھے۔ نیوٹن کا تو یہ دستور العمل تھا کہ جب وہ ایک کام کرتے کرتے مضمحل ہو جاتا تو اُسے چھوڑ کر دوسرے کام میں منہمک ہو جاتا اور کہتا کہ میں اسی کو تفریح خیال کرتا ہوں۔

محنت کے شیدائیوں نے اس ٹیڑھی دنیا میں ایسے ایسے کار ہائے نمایاں کئے ہیں کہ بعض حکماء اس تذبذب میں پڑگئے کہ آیا ذہانت سے بھی ہم کوئی افادۂ تحصیل کر سکتے ہیں یا نہیں اور بعضوں نے تو یہ رائے بھی قائم کر دی کہ تمام ایرے غیرے نتھو خیرے مصور۔ مقرر۔ اور شاعر بھی ہو سکتے ہیں۔

موسیو ٹبڈر انگلستان کے ایک نامی مہندس ہو گذرے ہیں جنکو زبانی حساب میں اس قدر کمال حاصل تھا کہ انگلستان میں آجتک اُس کا جواب نہیں۔ وہ اپنی ترقی کے راز کی دلچسپ داستان یوں بیان فرماتے ہیں۔

"میں نے کمال غور و خوض کے بعد اپنے دل و دماغ کا دوسروں کے دل و دماغ سے موازنہ کیا تو کوئی فرق نظر نہ آیا۔ اگر کچھ فرق ہے تو یہی کہ میں نے زبانی حساب دانی میں محنت شاقہ سے کام لیا۔ اس لئے دوسروں سے آگے بڑھ گیا"

اسی موسیو ٹبڈر کا باپ نجار تھا اُس کے بھائی نے ایام طفولیت میں اسے سو تک گنتی سکھا دی جسے یہ بچپنے میں برابر گنتا کرتے۔ اعداد سے گویا اسے ایک قسم کی موانست ہو گئی اور رفتہ رفتہ اُس نے آپ سے آپ پہاڑا یاد کرنا شروع کر دیا اور دس تک کا پہاڑا حفظ کر لیا۔ اُن کے پڑوس میں ایک حداد رہتا تھا یہ عموماً اس کے ہیاں آ جایا کرتے۔ ایک دفعہ کسی نے اُس سے پوچھا کہ نو نو کتنا؟ ٹبڈر نے "تڑاک جواب دیا" اکاسی" پھر لوگوں نے اور بھی ایک چھوٹے چھوٹے سوال دریافت کئے اُس نے سب کا درست اور برجستہ جواب دیا کہ سب مبہوت رہ گئے۔ پھر تو اُس کی حساب دانی کا چرچا عام ہو گیا۔ لوگ عموماً اُس سے سوال پوچھتے اور حوصلہ افزائی کے لئے پنس بطور انعام دیتے۔ انعام اور تعریف کا اثر اس کے ننھے دل پر بہت زیادہ ہوا اور اس نے یہاں تک کوشش وسعی کی کہ کروڑ تک کا پہاڑا ازبر کر لیا۔ اب کیا تھا اُس کی شہرت کا چرچا اخبارات میں ہونے لگا۔ حتی کہ یورپ میں لاثانی مہندس تسلیم کیا گیا۔ ایک دفعہ ایک تقریر کے دوران میں ٹبڈر نے کہا میں نے برسہا برس زبانی حساب کی تحصیل اور

اسے ازبر کرنے میں صرف کئے ہیں جس سے مجھے بہت زیادہ نفع حاصل ہوا۔ اگر میری طرف متوجہ ہوئے اور میں ایک مزدور کی حالت سے ترقی کرکے یکتائے روزگار ہو گیا۔

(باقی آئندہ)

ینابیع المسیحیت

معزز ناظرین۔ لاہور میں مسیحی لیکچر ختم ہو چکے جنکا ذکر اسی نمبر میں کسی دوسری جگہ ہو چکا ہے ہم نے عنوان بالا پر کچھ بیان کیا تھا جسے ہم پورا نہیں سنا سکے تھے۔ لہذا پبلک کے فائدہ کے لئے ینابیع المسیحیت پر ہم اپنے پورے خیالات نذر ناظرین کرتے ہیں جو کئی نمبروں میں شائع ہونگے۔

ینابیع المسیحیت جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے ایل ایل۔ بی مسلم مشنری کی تازہ تصنیف کا نام ہے جس میں آپ نے یہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ مسیحیت کے جملہ عقائد و رسوم و فلسفہ قدیم بت پرست مذاہب سے اخذ کیا ہوا ہو۔ خواجہ صاحب کے اس الزام کی ہمیں تین طور سے تردید کرنا تھی۔ اول یوں کہ ہم آپ کو بتلا دیں کہ مسیحیت کیا نہیں ہے؟ دوم یوں کہ ہم ان کو بتلا دیں کہ مسیحیت کیا ہو؟ سوم یوں کہ ہم آپ کو اور آپ کی کتاب پڑھنے والوں پر مسیحیت کے چشموں کی حقیقت ظاہر کر دیں۔ چونکہ یہ مضمون نہایت وسیع تھا۔ اس وجہ سے ہم اسے تھوڑے وقت میں پڑھ کر نہ سنا سکے۔ صرف اس کے بعض مطالب زبانی ادا کرنے پر کفایت کر سکے۔ اس لئے ہم اپنے پورے مضمون کو اب زر افشاں میں نکالتے ہیں۔

معزز صدر صاحب اور جملہ حاضرین و سامعین۔ مسیحی انجمن بشارت نے مجھے "ینابیع المسیحیت" کا مضمون دیا ہے جسے آپ خود بھی جانتے ہیں۔ مقصد کمیٹی کا یہ تھا کہ نہ صرف مسیحی نقطہ خیال سے ینابیع المسیحیت کا بیان کیا جائے بلکہ ینابیع المسیحیت نامی کتاب کی بھی تردید پیش کی جائے۔ ایک گھنٹہ میں یہ دونوں کام محال ہونے کی وجہ سے صرف مسیحی نقطہ خیال سے مسیحیت کے ینابیع کا زبانی مختصر بیان کرتا ہوں۔ میرے مضمون کے دو حصے ہیں اول مسیحیت اور دوسرا حصہ اس کے ینابیع سے ہے۔

حصہ اول مسیحیت کا ذکر

مذاہب مختلفہ کی مختلف ندیوں یا نہروں میں سے ایک ندی یا نہر مسیحیت کے نام کی ہم تک پہنچی ہے اس کے چشموں سے فاصلہ پر ہم اس ندی کے کنارے پر بیٹھکر ان پانیوں پر نظر ڈالنے والے ہیں جو مسیحیت کے نام سے ہمارے علم و آگاہی میں بہ رہی ہے۔ ممکن ہے کہ اس کے پانیوں کی بابت ہماری مختلف آراء ہوں ممکن ہے کہ ہم میں سے بعض کو مسیحیت میں کچھ گدلا پن نظر آئے۔ ممکن ہے کہ بعض اس کے پانیوں میں گھاس پتی ریت مٹی کی آلائش و ملاوٹ دیکھیں۔ ممکن ہے کہ ہم میں سے بعض یہ فیصلہ کر چکے ہوں کہ مسیحیت جو ہمارے علم و معلومات میں پائی جاتی ہے۔ وہ ہمیشہ سے ایسی ہی ہے۔ اس کے چشمے ہی میلے اور گندے ہونگے۔ ممکن ہے کہ بعض یہ فیصلہ کرنے پر آ گئے ہوں کہ مسیحیت ہمارے کام کی چیز نہیں مسیحیت کی بہتی ندی یا نہر کے پانیوں کی موجودہ صورت کو دیکھکر اس کے پانیوں کے کسی قدر تلخ مزا کو محسوس کریں۔ ممکن ہے کہ ہم یہ سمجھ لیں کہ اس کے چشمے ہی خراب ہیں۔ ورنہ ناقابل اصلاح ہیں۔ پس میں نہایت ادب سے یہ کہونگا۔ کہ میرے معزز حاضرین و سامعین ذرا ٹھہر جائیں۔ اس کی بابت آخری فیصلہ کرنے سے پیشتر ہماری بھی التماس سن لیں میں کچھ مسیحیت کی بابت آپ سے گذارش کیا چاہتا ہوں۔ وہ گذارش یہ ہے کہ۔

مسیحیت کے مخالفین و معاندین کی نظروں میں مسیحیت کی حقیقت و حیثیت مختلف ہے۔ مسیحیت کی اصل و حقیقت جو سمجھتے آرہے ہیں وہ کچھ اور ہے۔ مخالفین مسیحیت کے پاک پانیوں میں جو آلائش محسوس کر رہے ہیں وہ بالکل اور ہے۔ اور وہ زیادہ تر مخالفین کے توہمات و تخیلات کی خود پیدا کردہ ہے۔ وہ اس کے پاک و شفاف پانیوں کو پہلے خود خارجی آلائشوں سے گندہ کرتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہی مسیحیت ہے۔ یہی عیسائیت ہے۔ میں اسی حقیقت کا کچھ اظہار کیا چاہتا ہوں اور بتلانا چاہتا ہوں کہ جو کچھ کدورت مسیحیت کے پاک پانیوں میں مخالفین کو نظر آتی ہے اول تو وہ مسیحیت کا جزو ہی نہیں ہے دوم اگر اس کا کچھ علاقہ مسیحیت سے ہو بھی تو وہ مسیحیوں تک محدود ہے مسیحیت کے دیگر چشموں تک اس گندہ لاپن کی رسائی تک نہیں ہے۔ یہ میرا دعویٰ ہے جس پر میں قائم ہوں۔

(باقی باقی)

صبر درجۂ صد نفعان است

مکرمی خواجہ غلام احمد صاحب نے زر افشاں میں مفتی محمد صادق مبشر فرقہ احمدیہ کی تقریر کا خلاصہ شائع کرتے ہوئے اُن کے اعتراضات بے سروپا کا جواب باصواب کسی آیندہ اشاعت میں دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ میری دلی تمنا ہے کہ اس نیک کام میں اپنے دوست خواجہ صاحب کا جن کے ساتھ مجھے غائبانہ اُنس ہے ہاتھ بٹاؤں۔ میں امید کرتا ہوں کہ خواجہ صاحب موصوف میرے اس فعل کو دخل بے جا پر محمول نہ کرینگے۔ بلکہ میری تحریر میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے باقی ماندہ اعتراضات کا جواب جلد تر شائع فرمائینگے۔ مفتی محمد صادق جناب مسیح کی مندرجہ ذیل تعلیم کو ناقابل عمل قرار دیتے ہیں "تم سن چکے ہو کہ کہا گیا آنکھ کے بدلے آنکھ دانت کے بدلے دانت لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے الخ"۔ متی ۵ باب ۳۸ تا ۴۲ آیت۔ مفتی صاحب پر ہی منحصر نہیں بلکہ اکثر



علمائے اسلام اس پاک تعلیم پر معترض ہوتے آئے ہیں اس لئے آج میں نے اس مسئلہ پر قلم اٹھانے کا تہیہ کر لیا ہے تاکہ آئندہ کوئی مسلمان اس مقدس تعلیم کو ٹھٹھے میں اُڑانے کی جرأت نہ کرے۔

ماہران علم الاخلاق نے انسان کے خُلق کو تین اقسام پر منقسم کیا ہے۔ اول دنیا میں ایسے لوگ بکثرت موجود ہیں جو اپنے فائدہ کی خاطر دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اُن کو ظالم کے نام سے پکارا جاتا ہے

دوم۔ وہ لوگ ہیں جو ظلم وستم سے باز رہتے ہیں لیکن اگر ان پر ظلم کیا جاوے تو مکافات کے طالب ہوتے ہیں۔ اگر ان کا انتقام واجبی اور حالتِ انصاف کے اندر ہو تو اُن کے دامن ایمان پر دھبہ نہیں آتا۔

سوم۔ خدا کے وہ خاص بندے ہیں جو بدی کے عوض نیکی اور ظلم کے بدلے میں کرم کا اظہار کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو صادقین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اب مفتی صاحب خصوصاً اور جمیع اہل اسلام عموماً ذیل کے اقتباس کو بنظر غور پڑھیں حجت الاسلام مولینا امام غزالی اپنی تصنیف کیمیائے سعادت رکن چہارم اصل دوم میں تحریر فرماتے ہیں۔

"در انجیل دیدم نوشتہ کہ عیسیٰ علیہ السلام گفت قومے پیش از من آمدند وگفتند دست بدست ببرید و چشم بچشم و دندان بدندان و من آنرا باطل نکنم اما وصیت میکنم شمارا کہ شر را بہ شر مقابلت مکنید بلکہ اگر کسے بر جانب راست شما زند از روئے جانب چپ پیش او دارید و اگر دستار از شما بستاند پیراہن نیز بوے اندازید و اگر کسے یک میل شمارا باخود ببرد دو میل با او بروید و رسول صلے اللہ علیہ وسلم گفتہ ہر کہ شمارا محروم کند شما او را عطا دہید و ہر کہ با شما زشتی کند شما با او نیکوئی کنید و ایں چنیں صبر درجۂ **صدیقاں** است۔"

مفتی صاحب سنتے ہو! امام غزالی علیہ الرحمۃ کا کیا قول ہے اور آپ کے رسولِ مقبول کیا فرما رہے ہیں۔ ذرا گریبان میں منہ ڈال کر بتاؤ کیا اب بھی مسیح کی تعلیم ناقابل عمل ہے؟

متی کی انجیل کے اسی باب کی ۱۷ آیت میں جناب مسیح نے صاف طور پر فرمایا ہے کہ میں توریت کو منسوخ کرنے نہیں آیا بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ توریت میں انتقام کا حکم ہے صبر وحلم کے بارے میں کوئی مستحکم نہیں ہے۔ پس مسیح نے اس مسئلہ کی تکمیل کی ہے یعنی آنکھ کے بدلے آنکھ نکالنے کا اور دانت کے بدلے دانت توڑنے کا حکم تو توریت میں موجود ہے۔ اس کو مسیح نے منسوخ نہیں کیا بلکہ صبر و رضا کو افضل قرار دے کر اس تعلیم کو کامل بنا دیا ہے جس کی تائید آپ کا قرآن بھی کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ۔

پھر فرمائیے کہ مسیح کی تعلیم ناقابل عمل ہے۔

اس میں شک نہیں کہ یہ تعلیم عام لوگوں کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ اُن بندگانِ خدا کے لئے ہے جن کے اخلاقِ حمیدہ اور اوصافِ پسندیدہ، تعصب اور بیدل لوگوں کے وہم وگمان سے بالاتر ہیں یہ اُن آدمیوں کے لئے جنکو درجۂ **صدیقان** حاصل ہے۔

اے مفتی صاحب! اس تعلیم پر عمل کرنے کے لئے بڑے حوصلہ کی ضرورت ہے اور ہمت درکار ہے۔ یہ مرتبہ آپ کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ بقول شیخ سعدی ؎

شنیدم کہ مردانِ راہ خدا
دلِ دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام
کہ بادوستانت خلاف است وجنگ

اس تعلیم میں ایک اور بات قابلِ غور ہے وہ یہ کہ جناب مسیح نے یہ تعلیم کس موقع پر تلقین فرمائی تھی۔ متی کا پانچواں باب جس میں یہ تعلیم دی گئی ہے شروع سے ملاحظہ فرمائیں لکھا ہے کہ وہ (یعنی مسیح) اس بھیڑ کو دیکھ کر پہاڑ پر چڑھ گیا جب بیٹھ گیا تو اس کے شاگرد اس کے پاس آئے اور وہ اپنی زبان کھول کر انہیں یوں تعلیم دینے لگا۔ پس ظاہر ہوا کہ یہ تعلیم صرف شاگردوں کو دی گئی تھی جن کے سپرد دینی کام تھا اور درجہ صدیقاں پر فائز تھے۔ ہر کس وناکس اس تعلیم پر عمل پیرا نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ وہ اخلاق کے اعلیٰ پایہ پر پہنچکر مقام صدیقاں حاصل نہ کرے۔

دلدادگان اخلاق اس مسئلہ پر کافی روشنی ڈال چکے ہیں اگر کوئی مانند شپرہ چشم اس ضیا سے محروم رہتا ہے تو اس میں چشمۂ آفتاب کا کچھ قصور نہیں۔

آخر میں مصنفِ اخلاقِ محسنی کا قطعہ درج کر کے اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں مفتی صاحب! اس کو بیاضِ دل پر لکھ لیجئے۔ دیکھئے مسیحی تعلیم کی لفظ بلفظ ترجمانی اس کو کہتے ہیں ؎

باتو گویم کہ چیست غایتِ حلم
ہر کہ زہرت دہد شکر بخشش۔
ہر کہ بخراشدت جگر بہ جفا
ہمچو کانِ کریم زر بخشش
کم مباش از درختِ سایہ فگن
ہر کہ سنگت زند ثمر بخشش۔

نصیر از کرنال

"جان بل" رقمطراز ہے کہ انگلستان کی اشتراکی جماعت کو حزب العمال میں شامل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے مگر اخبار مذکور زور دیتا ہے کہ اس قسم کی حرکت نہیں کرنی چاہیئے۔

کانفرنس اہلحدیث

۱۴ مارچ سنہ رواں کی ۱۴ اور ۱۵ اور ۱۶ تاریخوں پر اس کانفرنس کا جلسہ گوجرانوالہ میں ہوا۔ پنجاب کے اکثر علمائے سنت جماعت اس کانفرنس میں رونق افروز ہوئے۔ حاضرین جلسہ کی تعداد چار پانچ ہزار کے مابین ہوگی۔ مہمانداری کا انتظام قابل تعریف تھا بعض بعض محلوں اور متمول محمدی صاحبان مہمانداری کے خرچ اخراجات میں ایک بڑا حصہ لیا اور کانفرنس کے فنڈ پر بہت بوجھ نہ ڈالا گیا۔ علاوہ ازیں اس سے اسلامی برادری اور ہمدردی کا بھی اظہار ہوا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اس جلسے کی روح رواں تھے۔ ان کی سریلی آواز اور خبریں لہجے اور شعر خوانی نے حاضرین کو خوب محظوظ کیا۔ اہل اسلام اور خاصکر اہلحدیث کو اتفاق کے لئے زور دیا اور اتفاق و اتحاد کے درمیان امتیاز کر کے دکھایا کہ باوجود مختلف خیالات و آرای رکھتے ہوئے بھی اتفاق ہو سکتا ہے یہ ضرور نہیں کہ سب لوگ ایک ہی خیال اور رای کے ہوں۔ اہل ہنود کے درمیان جو سنگٹھن کی تحریک زور پکڑ رہی ہے اس کو پیش کر کے اہل اسلام کو غیرت دلائی کہ اہل ہنود جنکے دین میں اتفاق کی تعلیم ہی نہیں جو ہمیشہ سے ذات پات کے تفرقات میں مبتلا رہے وہ تو اتفاق کرنے لگیں اور اہل اسلام جن کے دین کا خاصہ اتفاق ہے وہ اتفاق سے نفرت کریں۔ اس کے علاوہ اشاعت کے کام میں اہلحدیث نے جو کام کیا اس کا مختصر حال سنایا گیا اور اہلحدیث کی طرف سے مولوی ثناء اللہ صاحب نے جو تصانیف اور رسالے شائع کئے ان کا بیان کر کے دکھایا۔ کہ غیر اسلام کے حملوں کا جو جواب اہل حدیث دیا وہ اسلام کے کسی دوسرے فرقے سے بن نہیں پڑا۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے مقابلے میں جو سینہ سپر ہو کر ڈٹ گئے وہ بھی اہل حدیث اور ان کے نمائندہ مولوی صاحب موصوف تھے۔ الغرض بعض دیگر مقامات کے لیے واعظین کا انتظام کیا گیا۔ ۱۵ تاریخ کو مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے توحید پر سادہ عام فہم تقریر پنجابی میں کی۔ اس تقریر کے بعد اہلحدیث کی طرف سے مسیحی صاحبان کو سوال کرنے کی اجازت تھی۔ یہ ان کی عین مہربانی تھی کہ وہ اپنے خاص جلسوں میں دیگر ادیان کے لوگوں کو سوال یا اعتراض کرنے کی اجازت دی۔ اس سے ظاہر ہے کہ دینی طبقے میں جو تنگ خیالی ہوا کرتی تھی وہ اب بتدریج مفقود ہو رہی ہے۔ اور تبادلہ خیالات کو زیادہ موقع مل گیا ہو اور اگر بے تعصبانہ طور پر اس آزادی سے فائدہ اٹھایا گیا تو باہمی منافرت کی بجای مصالحت و موانست بڑھ جائیگی اور دین کی جو غرض نوع انسان کو رشتہ برادری و یگانگت میں منتظم کر دینے کی تھی وہ پوری ہو جائیگی۔ گوجرانوالہ کے مسیحیوں کی طرف سے پادری عبد الحق صاحب نے سوال و جواب کئے مولوی صاحب نے مضمون توحید کی تائید میں بائبل سے ثبوت دیئے کہ موسیٰ و انبیا اور حضرت مسیح کی تعلیم بھی توحید تھی۔ اور فرمایا کہ یہ توحید ایسی آسان ہو کہ ناخواندہ لوگ بھی سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن مسیحیوں کی تعلیم مسیح کی ذہنیت کے بارے میں عام لوگوں کی سمجھ میں آ نہیں سکتی۔ اس کی تائید میں انہوں نے پسرور کے علاقے کے چند سانسیوں کا قصہ سنایا۔ مولوی صاحب نے یہ ذکر نہ کیا کہ جس توحید کو اسلام مانتا ہے وہ بائبل اور مسیحیوں کی تعلیم توحید سے کس امر میں فرق رکھتی ہے۔ کیونکہ توحید تو وہ بھی مانتے ہیں۔ لیکن انکی توحید اور طرح کی ہو مسیحی بھی توحید کو مانتے اور کہتے ہیں کہ خدا واحد ہے۔ لیکن اس کی وحدت میں کثرت یا تثلیث کو مانتے ہیں۔ وہ تین ذاتیں یا تین متفرق خدا نہیں مانتے۔ بلکہ ایک ہی الٰہی ذات ہیں جو واحد ذات ہو تین اقانیم کے قائل ہیں۔ اس لئے پادری عبد الحق صاحب نے اسی نقطے کو پکڑا اور مولوی صاحب کی تقریر پر یہی خاص اعتراض کیا کہ جس وحدت محضہ کی تعلیم اسلام دیتا ہے اُس کی تشریح اور دلیل قرآن سے پیش کی جائے۔ اس سوال و جواب کا جو خلاصہ ہو وہ آگے چلکر ہدیہ ناظرین ہے۔ ممکن ہو کہ اس خلاصہ میں مجھ سے کچھ فروگذاشت یا کوئی غلطی ہوئی ہو۔ لیکن جہاں تک مجھ سے ہو سکا اس کا صحیح اور مختصر خلاصہ سپرد قلم کیا۔ امید ہے کہ ناظرین ایسی کسی فروگذاشت و غلطی کو معاف کرینگے۔

جے۔ علی بخش۔

اہلیا بائی

(از قلم رکیتان، بھگوانداس گزشتہ)

یہ نیک سیرت بائی سندھیا خاندان سے تھی ۱۷۳۵ء میں پیدا ہوئی۔ میانہ اندام، سبزہ رنگ چھریرے جسم کی عورت تھی۔ گو چنداں خوبصورت نہ تھی۔ مگر خدا نے اس کو خوبی اخلاق بہت عالی اور صفات حمیدہ عطا کی تھیں۔ جنکے آگے حسن ظاہری کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔

ملہار راؤ ہلکر کے بیٹے سے اسکی شادی ہوئی ابھی بیس برس کی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ بیوہ ہوگئی اس کا شوہر اپنے باپ کے سامنے ہی اس جہان سے انتقال کر گیا۔

صرف ایک لڑکا اور ایک لڑکی یادگار چھوڑے۔ ملہار راؤ کی وفات کے بعد اس کا پوتا جانشین ہوا۔ مگر تھوڑے عرصہ بعد راہی ملک عدم ہوا اسلئے دھرم شاستر کی رو سے اہلیا بائی ریاست کی وارث ٹھہری ۱۷۶۵ء میں اس نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس وقت اس کی عمر تیس برس سے زیادہ نہ تھی۔

کہتے ہیں اس نے خزانہ سلطنت پر متصرف ہو کر تمام



آسایش خلق اور رفاہ عام کیلئے وقف کر دیا تھا۔ وہ اپنے علاقہ کا انتظام خود کرتی تھی اور چاہتی تھی کہ حلم و انصاف کیساتھ حکمرانی کرکے اپنے ملک کی حالت کو بہتر اور رعایا کو مرفہ الحال کرے ساہوکاروں اور تاجروں زمینداروں اور کاشتکاروں کی ترقی جس قدر اس کے دل کی خوشی کا باعث تھی اتنی کوئی اور چیز نہ تھی۔

سب سے افضل یہ وصف تھا کہ وہ غیر مذاہب والوں کے ساتھ زیادہ مہربانی سے پیش آتی تھی۔ اسکی انصاف پروری اور معدلت کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ اُس کا ملک غنیم کے حملوں سے محفوظ اور اندرونی انقلاب شورش فتنہ فساد سے پاک صاف رہا۔ یوں تو ہر ادنیٰ اعلےٰ کے ساتھ اس کا برتاؤ نیک تھا لیکن غریب اور محنتی آدمیوں کے حال پر از حد توجہ کرتی تھی وہ اپنے ہی علاقہ میں دان پن نہ کرتی تھی۔ بلکہ اس کا فیض عالمگیر تھا ہندوؤں کے جتنے تیرتھ جاترا ہیں سب مقامات پر اس نے خانقاہیں بنوائی تھیں اور سالانہ خیرات بھی وہاں بھیجا کرتی تھی۔

اسکا دستور تھا کہ تمام مقدمات آپ سنتی تھی۔ ہر مستغیث جس کے دربار میں باریاب ہوتا اُس کا قول تھا کہ "مجھے اپنے تمام افعال کا حساب خدا کو آپ دینا پڑیگا"۔

اُسکی عبادت میں بجز کسی خاص ضرورت کے کبھی فرق نہ آتا تھا۔ رعایا برایا تہ دل سے اسکی تعظیم و تکریم کرتی تھی نہ صرف اُسکے ہمقوم بلکہ غیر اقوام بھی اسکو ایسا ہی مانتے تھے۔ نظام دکن اور ٹیپو سلطان بھی اسکی ایسی ہی عزت کرتے تھے جیسی کہ پیشوا کرتا تھا۔ ان باتوں کے سوا ایک بہت بڑی بات یہ ہے کہ خوشامد سے اسکو نفرت تھی چنانچہ ایک برہمن اسکی مدح میں اشلوک بنا کر لایا جبتک وہ پڑھتا رہا خاموش بیٹھی سُنا کی۔ مگر جب وہ ختم کر چکا تو کہا کہ "بھلا میں ضعیف العقل اس صفت و ثنا کی مستحق کب ہوں" یہ کہکر وہ کتاب دریای نربدا میں ڈلوا دی اور اس برہمن کی طرف مطلق التفات نہ کیا۔ ۱۷۹۵ء جب اسکی عمر ۶۰ سال کی تھی۔ اس نے نہایت فیاضانہ اور منصفانہ حکومت کے بعد اس عالم سے رحلت کی۔ (گذشتہ)

خبریں

جب ماہ فروری میں لندن کے افسران مردم شماری نے خانہ بدوشوں کا شمار کیا تو انہوں ۱۶ مرد اور ۲۱ عورتیں ایسی پائیں جنکی نسبت افسروں نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کرتے"۔ ان کے لئے لندن میں کوئی قیامگاہ نہیں ہے۔ (رجان بل)

سرکاری اعلان ہے کہ اکالی اخبار مطبوعہ ۱۲ فروری ۱۹۲۴ء میں شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی نے ایک اعلان شائع کیا تھا کہ معزول مہاراجہ نابھہ کی مہارانی والدہ ماجدہ کے اخراجات میں ناظم نابھہ نے کمی کر دی ہے۔ اس شکایت کی گورنمنٹ نے تحقیق کرکے نہ صرف اسے نادرست پایا بلکہ جب سے مہاراجہ معزول ہوئے ہیں اس وقت سے ناظم نابھہ نے مہارانی کے اخراجات کے الاؤنس میں اضافہ فرما دیا ہے۔ (اعلان سرکاری مطبوعہ ۲ اپریل)

پیرس ۲ اپریل۔ جنرل فیری اور دیگر سائنسدانوں نے ایک ایجاد کی ہے جس کے باعث وہ ستاروں کے گیتوں کی آوازیں سن سکینگے۔ جنرل فیری نے سائنس اکاڈمی کے سامنے اس امر کی تشریح کی کہ نوٹو کے برقی روشنی کے عمل سے ایک کمزور برقی رو پیدا کرتے ہیں۔ سائنسدانوں نے ہیران برقی رووں کی آواز میں تبدیل کرکے ثابت کیا کہ ستارے بھی نغمہ سرائی کرتے ہیں +

ڈبل پھٹکار کے عنوان سے جناب قمر الدین حسن لاہور نے ایک اشتہار ان لوگوں کے خلاف شائع کیا ہے جو اجمیر شریف میں عرس کے موقعہ پر رنڈیاں نچاتے رہے۔ ہم منتظم کی حیات سے ہمدردی رکھتے ہیں اور اُن کے غصہ کو بجا جانتے ہیں مگر ہماری اپنی رائے یہ ہے کہ ان لوگوں کی ہدایت کے لئے دعا مانگنا اور ان کو بہتر الفاظ میں مخاطب کرکے سمجھانا قرآن پاک کے حکم جادلہم بالتی ھی احسن کے قریب تر ہے۔ (ریاست)

بھائی بہن کی شادی کے عنوان سے ہمارا ایک معاصر اس بات پر اظہار تعجب کرتا ہے کہ یورپ میں دو سگے بہن بھائی گرجا میں بیاہے گئے ہیں۔ ہمارے معاصر نے رگ وید کے حوالے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اب گھور کلیگ آگیا ہے اور یہ اسی کا نتیجہ ہے اور وہ فکر کرتا ہے کہ یہ بدعت مغرب سے شروع ہوئی ہمارے معاصر کو شاید یہ معلوم نہیں کہ تصور اُسکے اپنے علم کا ہے ورنہ مشرق میں یہ رواج عرصہ سے موجود ہے۔ (ر)

سیام کا بادشاہ جس دن تخت نشین ہوتا ہے اس کی سگی بہنیں اس کی بیویاں بنجاتی ہیں۔ اور بڑی بہن کی پہلی اولاد نرینہ وارث تخت سمجھی جاتی ہے۔ برہما کے شاہ تھیبا پر جب انگریزوں نے فتح پائی تو اس کی سگی بہن کو شاہ کا حمل ٹھہرا ہوا تھا اور اس حمل سے جو لڑکی پیدا ہوئی اُس کو کچھ ہی عرصہ ہوا کہ شادی ہوئی تھی۔ (ر)

ہندوستان میں پرستاران زرتشت کی معقول آبادی ہے پارسی اخلاقاً اب ایسا نہیں کرتے ورنہ اُن کو سگی بہن اور بیٹی سے شادی کرنے کی اجازت ہے اور یہ برابر اس پر عامل رہے ہیں۔ (ر)

لداخ میں اکثر خاندان ایسے ہیں کہ وہاں کوئی مرد اکیلا کسی عورت سے شادی نہیں کر سکتا۔ چار مرد ملکر ایک عورت سے شادی کرتے ہیں۔ (ر)

اس قسم کے رسم و رواج کی تفصیل بہت طول طلب ہے۔ لہٰذا چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے ہمیں امید ہے کہ ہمارا معاصر اب یورپ پر بہن بھائی کی شادی کے معاملہ میں سبقت کرنے کا الزام نہ لگائیگا۔ (ر)

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ پنجاب یونیورسٹی نے لاہور میں طاعون کی شدت کی وجہ سے اپنے امتحانات ملتوی کر دیئے ہیں۔ ابھی یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ التوار کتنے عرصے کے لئے ہوا ہے۔

مدراس ۳ اپریل۔ گرفتہ شدہ لیڈروں کی درخواست پر آج ستیہ گرہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔ مصالحت کے لئے ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ چار گھنٹے تک بحث و مباحثہ کے بعد جلسہ منتشر ہو گیا اور کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکا۔

ستیہ گرہیوں کا پہلا دستہ سزایاب ہو چکا ہے۔ بھرلیاں ایک اچھوت گریجوایٹ ستیہ گرہی نے عدالت میں بیان کیا کہ اُسے مندروں کے قریب سڑکوں پر چلنے کا حق حاصل ہے اور آزادی کے لئے جابرانہ احکام ٹھکرائے جا سکتے ہیں۔ ایک اور ستیہ گرہی نے اپنی قوم کے اس عزم کا اعلان کیا کہ اچھوتوں نے تہیہ کر لیا ہے کہ وہ اپنے انسانی حقوق حاصل کریں۔ خواہ اس میں انہیں کیسے ہی شدید مصائب کا سامنا کرنا پڑے۔ (ع)

کوچین ۳۱ مارچ۔ کل صبح ویکم میں کانگرس کی اچھوت کمیٹی کے زیر نگرانی ممنوعہ سڑکوں پر رضاکاروں نے چلنا شروع کیا۔ ریاست کے حکام نے مختلف مقامات پر پولیس کے سپاہی متعین کئے ہوئے تھے ان کے پیچھے ہزاروں اچھوت ذاتوں کے لوگ چلے جا رہے تھے یہ لوگ وہاں جا کر ٹھہر گئے جہاں ممانعت کا سائن بورڈ لگا ہوا تھا۔ تین رضاکاروں نے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کیا۔ یہ لوگ کھدر میں ملبوس تھے اور ممنوعہ علاقہ میں داخل ہونے سے پہلے اُن کو ہار پہنائے گئے تھے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس خاص عملہ کے ساتھ موجود تھے۔ رضاکاروں کو کہا گیا کہ ٹینڈل ذاتوں کے لوگوں کو آگے جانے کی اجازت نہیں ہے اس پر رضاکاروں نے کہا کہ ہمارا حق ہے کہ ہم آگے چلیں۔ اور انہوں نے آگے جانے پر اصرار کیا۔ اس پر انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ اس وقت ۲۰ رضاکار گرفتار ہو چکے ہیں

جاوا ۔ اسما اخبار "حضرت موت" راوی ہے کہ شہر قطون میں ایک چینی کے ہاں بچہ پیدا ہوا جس نے پیدایش کے تیسرے ہی دن نہایت فصیح چینی زبان میں گفتگو شروع کر دی ہے۔ لوگوں کو اس واقعہ سے سخت حیرت ہے۔ اور دُور دُور سے مخلوق اس بچہ کی زیارت کے لئے آ رہی ہے۔ (عام)

ملفی (اٹلی) میں بادل پھٹ جانے اور طوفان پھیل جانے سے ایک سو کے قریب آدمی ہلاک ہو گئے مکانات تاکستان اور زمینوں کے باغیچے بہ گئے کئی ماہی گیروں کی کشتیاں ڈوب گئیں۔

پیرالم کا پیغام مظہر ہے کہ مایاورم کے ڈویژنل مجسٹریٹ نے زیر دفعہ ۱۴۴ تعزیرات ہند فوجداری نے میسرز سی مرو تھادرم پلائی ڈپٹی لیڈر ایم۔ایل سی منتخب شدہ پریذیڈنٹ مایاورم تعلقہ کانفرنس اور مزید اشخاص پر حکم جاری کر دیا۔ حکم بعینہٖ ویسا ہے جیسا کہ ڈاکٹر وردراجلو کے خلاف جاری کیا گیا تھا یعنی زبان بند رکھو۔

لوگ ایسے حکام سے خوفزدہ نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ ناکامیابی پر اپنی جد و جہد کو باقاعدہ جاری رکھنے پر تلے ہوئے ہیں۔ نیز اُن کا یہ خیال ہے کہ گورنمنٹ کے پاس نوٹس بھیجنے سے اُن کے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔

دہلی ۴ اپریل۔ کل یہاں دن دہاڑے چوری ہوئی۔ لالہ رگھبیر سنگھ پرنسپل دہلی ماڈل سکول نے اپنے ہندو چپراسی کو ساڑھے تیرہ سو روپیہ دے کر بھیجا۔ اس کا ابھی تک کہیں پتہ نہیں چلتا خیال ہے کہ وہ روپیہ لے کر روپوش ہو گیا ہے وہ اپنے آقا کے ہاں چار سال سے ملازم تھا۔ پولیس تفتیش کر رہی ہے۔ مگر ابھی تک سراغ نہیں ملا

لنڈن ۴ اپریل۔ برمنڈسی میں شب گذشتہ آگ لگ جانے سے لاکھوں من چائے اور ربڑ جل گیا۔ آگ بجھانے والے دو آدمی دھوئیں سے بیہوش ہو گئے۔ ان کو شفاخانہ پہنچایا گیا۔

پیرس ۴ اپریل۔ تمام اتحادی سپاہیوں کی قبروں پر اب لکڑی کی صلیبوں کے بجائے پتھر کی صلیبیں رکھی جا رہی ہیں۔ حکام فرانس اپنے افریقی مسلم سپاہیوں کی قبروں کے لئے خاص پتھر بہم پہنچا رہے ہیں۔ اس پر صلیب کے بجائے الجزائری ستون ہونگے۔ جن پر ہلال کا نشان کندہ ہوگا۔ تمام مسلم مقبروں کا رخ مکہ شریف کی طرف ہوگا +

نورافشاں کے لئے نئے خریدار دیجئے۔



(بقیہ مضمون صفحہ ۲)

اُسکا چکارا دلفریبی اور اثر میں کرشن کی بانسری سے کم نہیں۔ اس کی تاروں کی جنبش خنک سے خنک دل میں حرارت۔ سرور۔ بیتابی اور تڑپ پیدا کرتی ہے۔ چکارے والے کی نرم ونازک انگلیاں جب سرعت کے ساتھ سارنگی پر رقص کرتی ہیں تو ہوا میں ایک دل آویز گونج اور فضا میں ترنم پیدا ہوتا ہے۔ اور روحیں کیف میں وجد کرتی ہیں۔ اس کی آواز میں دلکشی اور کلام میں شیرینی وہ خوش گلو ہے اور لحن داؤدی رکھتا ہے۔ اس کی صورت بارعب ہے اور اس کے چہرے سے جلال ٹپکتا ہے۔ اس کی رس بھری آنکھوں میں جادو اور اس کی بانکی چتونوں میں سحر ہے کہ جس پر نگاہ ڈالتا ہے وہ رام ہو جاتا ہے۔ اس کے علم کے سامنے بڑے بڑے سرکشوں کی گردنیں خم ہو جاتی ہیں اور زبان درازوں کی زبانیں گُنگ اور گستاخوں کو یارائے کلام نہیں ہوتا۔

وہ ایک روشنی ہے جس نے تمام بلدۂ سیالکوٹ کو بقعۂ نور بنا دیا۔ وہ نمک بلکہ کان نمک ہے جس کی نمکینی اور ملاحت نے اس شہر کے نوجوانوں کے مذاق بدل دیئے جس کے وجود سے تلخیاں اور تلخ کامیاں رخصت ہوئیں۔ اُس کی زندگی روح سے معمور ہے۔ جس کی ظلمت پاش ضیاء نے اس کے دل کو جگمگا رکھا ہے۔ اُس کے قلب سے نور کی شعاعیں نکلتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اُس کے نورانی رخسار کی تجلیاں آنکھوں کو چکاچوند کر دیتی ہیں اور ہر بالغ نظر دیکھتے ہی پکار اُٹھتا ہے کہ مجھے تیرے چہرے میں صداقت اور محبت۔ ایمان اور اطمینان کی جھلک معلوم ہوتی ہے۔

اُس کا دل اسرار معرفت کا گنجینہ ہے اور اس کا دماغ علم و حکمت کا خزینہ۔ جب وہ بات کرتا ہے۔ تو دانائی کے چشمے اُبل پڑتے ہیں۔ اُس کا ہر لفظ ایک نشتر ہوتا ہے مگر محبت و اُلفت میں بجھا ہوا اس کا ہر کلمہ تیر ہے لیکن رافت و شفقت میں ڈوبا ہوا اس کے پہلو میں ایک دل ہے جس میں سوز ہے درد ہے اور جس میں انسانی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے کسی کو کبیدہ خاطر دیکھتا ہے تو اس کے دل نازک کو ٹھیس لگتی ہے اور محبت کا دریا اُمڈ آتا ہے۔ کسی کی پیشانی پر بل پاتا ہے تو بیقرار ہو جاتا ہے اور اُس کے جذبات ترحم میں تلاطم پیدا ہوتا ہے۔ وہ ریا سے گریز اور نمائش سے عار رکھتا ہے۔ ظاہرداری سے پرہیز کرتا ہے اور تصنع سے دور ہے۔ خود پسندی سے متنفر ہے۔ اور خود نمائی سے بیزار۔ اُس کی عقل روشن دماغ منور اور معلومات وسیع ہیں۔

وہ مغرور ہے نہ متکبر نہ منتقم ہے نہ کینہ پرور۔ دشمن سے محبت رکھتا ہے اور ستانے والوں سے پیار۔ فرشتوں سے زیادہ منکسر شبنم سے زیادہ عاجز۔ خاک سے بڑھ کر فروتن۔ وہ سرو سہی کی طرح راست قد ہے مگر شاخ ثمردار کی طرح جھک جاتا ہے۔ ابر بادل کی طرح اس کے کریمانہ عواطف کے چھینٹے یگانے اور بیگانے کو یکساں نہال و خوشحال کرتے ہیں۔ اور آفتاب جہاں تاب کی مانند اُس کے اخلاق و اطوار کے انوار بلا امتیاز یار و اغیار کو منورہ و متجلے کرنے والے ہیں۔

وہ راستی کا پیاسا اور رضائے الٰہی کا بھوکا ہے۔ وہ خدا کی محبت میں چور اور اُس کی بادشاہت اور جلال کے خیال میں مست۔ اس کے پاس معرفت الٰہی کی دولت ہے کہ گنج قارون کو شرماتی ہے۔ اس کی دل سخا اور جود عطا نے حاتم کے نام کو بھلا دیا وہ نیک ہے پھر بھی گناہوں پر نادم۔ وہ خدا دوست ہے تب بھی شرمندہ، دیندار ہے تاہم شرمسار۔ اسے تقرب الٰہی حاصل ہے تاہم خجل اور منفعل ہے۔

عاصیاں از گناہ توبہ کنند
عارفاں از عبادت استغفار

اسے جہاں دیکھو سرنگوں اور سربسجود۔ جب دیکھو مصروف بہ عبادت اور دست بدعا۔ اُسے اپنی تدبیر پر اعتماد ہے نہ اپنی کوششوں پر تکیہ۔ اُس کی ہر بات مشیت پر موقوف۔ ہر فیصلہ خدا کی رضا پر مبنی۔ ہر فعل اس کے ایما پر منحصر۔ وہ دعائیں مانگنے آبادی سے دور نکلجاتا ہے۔ اور پہروں تنہائی میں اُس محبوب حقیقی کی صحبت سے فیضیاب ہوتا ہے۔ گھنٹوں اُس کی پیشانی خاک پر ٹکی رہتی ہے۔ وہ گناہوں کا اقرار کرتا ہے اور روتا ہے۔ وہ اپنی بیکسی پر نظر کرتا اور چیخیں مارتا ہے۔ اُس آنکھوں سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں اور وادیاں اُس کے آنسوؤں سے سیراب ہو جاتی ہیں۔

وہ ایک عالم باعمل ہے جو روح اور سچائی میں خدا کی پرستش کرتا ہے۔ ایک بے غرض۔ بے ضرر اور خود انکار زندگی بسر کرتا ہے۔ اور خدمتِ خلق سے اُسے عار نہیں۔ مجھے اُس کی موانست و مجالست سے بہت روحانی فیوض حاصل ہوئے ہیں وہ اپنے مسلمان دوستوں کی خوشنودی کی خاطر اور اُنہیں ٹھوکر سے بچانے کے لئے اُن کی ممنوعات شرعی سے مجتنب رہتا ہے۔ اور لحم خنزیر کا کبھی استعمال نہیں کرتا۔ ہر طبقہ ہر عمر اور ہر حیثیت کے لوگ اُس کے دوست ہیں اور اس سے پیار کرتے ہیں۔ نیک دل اور بے تعصب نئے مشنریوں کیلئے اُسکی بے لوث متوکلانہ اور واجب التقلید دعائیہ زندگی میں بہت سبق ہیں۔ اُسکا طرز عمل نو واردوں کو مشعل ہدایت کا کام دیگا۔ ہو اُسکی زیارت خیر و برکت اور یمن و سعادت کی موجب ہے۔ اُسکی زندگی کے تفصیلی حالات بشرط فرصت کسی بعد کی اشاعت میں شائع کئے جائینگے

(آوارہ دمجنونے رسوا سربازارے)

انتقال پرملال

مشہور و معروف واعظ اور کتاب "پنجابی مسیحی" کے مصنف سردار لال سنگھ صاحب ۲۸ مارچ ۱۹۲۲ء کو اس عالم فانی سے کوچ کر کے مسیح میں سو گئے۔ گذشتہ سال پہاڑی دورے میں آپ بیمار ہوئے اور دو تین ماہ پسرور، سیالکوٹ اور کوہ مری میں بشارت کا کام کرتے رہے پھر ٹیکسلا میں پہنچکر مرحوم کو معلوم ہوا کہ مرض تپ دق شروع ہو گئی ہے تو بھی سیالکوٹ کنونشن میں آکر برکات حاصل کرتے رہے۔ پھر پسرور ہو کر جلالپور جٹاں گئے۔ جہاں چار ماہ رہے۔ جب صحت سے بالکل ناامید ہو گئے تو پٹھان کوٹ میں آئے۔ کیونکہ اُنہوں نے یہاں سب سے زیادہ خدمت کی۔ اکثر سردیوں میں دورے کے وقت میرے ساتھ جاتے تھے۔ اُن کی خواہش تھی کہ پٹھانکوٹ ہی سے پیارے مسیح کے پاس جائیں۔

اگر کوئی بھائی اُن کی قبر پختہ بنانے میں مدد کرے تو ہم چھوٹی سے چھوٹی رقم بھی بخوشی قبول کرینگے۔

راقم پادری جے۔ ایچ۔ سٹورٹ

وفات حسرت آیات

ہم نہایت افسوس سے لکھتے ہیں کہ ہمارے معزز پادری پیراس صاحب پاسٹر کلیسیا فیروزپور کی بیوی میم صاحبہ اڑھائی ماہ بیمار رہ کر یکم اپریل کے روز اس عالم فانی سے عالم بقا کو رحلت فرما گئیں۔ آپ راجپوت ٹھاکر خاندان سے مسیحی ہوئی تھیں تمام عمر ہسپتالوں میں نرس کا کام کرتی رہیں۔ صرف دو سال شادی کی زندگی میں گذرے تھے۔ مسیحی خداپرست اور دعا کی زندگی بسر کرنے والی تھیں۔ ایک لڑکی ۱½ سالہ عمر کی پیچھے چھوڑ گئی ہیں۔ ہم دعاگو ہیں کہ خدا اس بچہ کی حفاظت فرمائے اور ہمارے پادری صاحب کو صبر و تسلی عطا فرمائے۔ ایڈیٹر

اُردو کتابیں

مطبوعہ انارکلی بک ڈپو

خاندانی دعائیں مسیحی خاندانوں میں ہفتہ بھر کی دو وقتہ روزانہ دعاؤں کے علاوہ بپتسمہ، پیدائش، شادی یا منگنی، بیماری، سفر، موت وغیرہ پر دعائیں صفحہ ۸۰۔ قیمت دوپائی، کپڑا ۱/ رومن اردو ۱/

خط انسکاگو اس میں ۱۹۰۳ء تک پنجاب کے جس قدر محمدی اصحاب مسیحی ہوئے اُن کے اسمائے گرامی اور حالات درج ہیں۔ اس کے مطالعہ سے عجیب و غریب حالات کا انکشاف ہوتا ہے۔ یہ خط مولوی عماد الدین صاحب نے انسکاگو کانفرنس میں پڑھے جانے کے لئے تحریر کیا۔ صفحہ ۲۰ قیمت دوپائی

خدا کی ہستی مولفہ پادری طالب الدین صاحب مرحوم خدا کی ہستی مذہب کی جان ہے۔ اس کتاب میں لوبین ملحدوں کے اعتراضات اکٹھے کر کے پھر اُن کی وہ دندان شکن تردید کی ہے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے بہت سی انگریزی کتب کی مدد سے تیار کی گئی ہے صفحہ ۱۵۲۔ ۸/

خدا کی پرستش کا بھید مصنفہ پادری انڈریو تھرے صاحب۔ خدا کی سچی حمد و تعریف و عبادت کے متعلق ۲ دنوں کے لئے کلام اللہ کے سبق اور ان کی تشریح عاشقان الٰہی کے لئے مفید چیز ہے صفحہ ۶۶۔ ۳/

خداوند کا کلام لازوال ہے۔ خدا کا فرمان مسیح کا قول گناہ۔ خدا کا پیار۔ نجات۔ توبہ۔ ایمان وغیرہ مضامین پر صرف بائبل شریف کی ۱۰۰ آئتیں درج کی گئی ہیں گنج بے بہا سے بڑھکر ہے صفحہ ۸۔ ۳ پائی۔

کھلے ہوئے راز مسیح کی آمد ثانی کے متعلق مسیحی کارندوں کے لئے دانیل نبی کی پیشینگوئی مندرجہ باب ۱۲ آیات ۸ و ۹ کی تشریح صفحہ ۴۳۔ ۳/ رومن ۳/

خروج کی کتاب کے مضامین کا مجموعہ بطور سوال و جواب۔ اسکے مطالعہ سے خروج کی کتاب کو ازبر کر لینا نہایت سہل ہو جاتا ہے صفحہ ۱۳۵۔ ۶/

سکرٹری پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور

بیرنگ ہائی سکول بٹالہ

یہ سکول عرصہ دراز سے مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے جاری ہے اور شہر سے تقریباً ایک میل باہر ایک پرفضا اور صحت افزا مقام پر واقع ہے اس کے متعلق ہوا دار بورڈنگ ہاؤس۔ خوشنما اور فراخ کھیل کا میدان۔ لڑکوں کے غسل کے لئے ایک خوشنما تالاب اور عبادت کے لئے گرجا گھر جماعتوں کے لئے موزوں اور کافی کمرے ہیں۔ سکول کے ماسٹر صاحبان لائق اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ چند لڑکوں کے داخل ہونے کی گنجائش ہے۔ لہذا اطلاع کیا جاتا ہے کہ داخل ہونے والے طلبا پتہ ذیل پر درخواستیں بھیجیں۔ المشتہر

پرنسپل بیرنگ ہائی سکول بٹالہ ضلع گورداسپور

یونائٹڈ کرسچن ہائی سکول لودھیانہ

یہ بورڈنگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے بہت عرصے سے جاری ہے

مشن بورڈ نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے یکم اپریل ۱۹۱۳ء سے حصہ لوئر پرائمری کی تین جماعتیں ایک امریکن خاتون کی زیر نگرانی کر دی ہیں۔ اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بخوبی ہو گیا ہے خرچ خوراک لوئر پرائمری میں فی طالب علم پانچ روپیہ اور اپر پرائمری سے ہائی تک سات روپیہ ماہوار ہے۔

کلاس فیس سرکاری کا نصف ہے۔ متفرق اخراجات کے لئے ڈیڑھ روپیہ ماہوار فی طالب علم۔ کتابوں کی قیمت اور سٹیشنری اس کے علاوہ ہے۔

اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز کرسی۔ الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے علاوہ ازیں جزکشا ماسٹر سے مالی تک۔ کرد کو ڈل ۔۔۔ تک۔

مزید حالات پرنسپل صاحب سکول ہذا سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

پادری ڈبلیو۔ جے کلارک صاحب ایم اے مینیجر نور افشان ایمپرس روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوا نچند صاحب پروپرائیٹر چھپا